شیخ الحدیث مولانا عبدالمتین رحمہ اللہ

ایک اُستاذ و مربی کا وَالہانہ تذکرہ قابل فخر شاگرد کی زبان سے

تحریر: محمد عزیر عاصم

شیخ الحدیث مولانا عبدالمتینؒ کی وفات حسرتِ آیات پہ تعزیت کے لئے ملکی سطح کے جید علمائے کرام کی آمد کا سلسلہ تواتر سے جاری ہے، صدر وفاق شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ بھی گزرے ہفتہ اپنے مایہ ناز شاگرد کی تعزیت کے لئے تشریف لائے اور ہمارے اداس، غمزدہ اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو ایک حوصلہ دیا کہ یہ غم آپ ہی کا نہیں ہم سب کا ہے، اس حادثہ پہ جامعہ جابر بن عبداللہؓ ہی نہیں جامعہ فاروقیہ بھی اداسی کی لپیٹ میں ہے۔ ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پورا نہیں ہوگا، ان کے بعد قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان نے صاحبزادہ مولانا محمد انس کو کال کی اور فرمایا کہ مولانا عبدالمتین سے میرا تعلق بہت پرانا اور گہرا تھا، وہ میرے بھائیوں کی طرح تھے، ان کی وفات سے ہم سب رنجیدہ ہیں، ان کی دینی خدمات قابلِ تحسین ہیں، ہم سب ان کے اعلیٰ درجات کے لیے دعا گو ہیں، یہ ہم سب کا مشترکہ سانحہ ہے۔

گزشتہ جمعرات کو حضرت استاجی مولانا عبدالمتینؒ کے شاگرد خاص مولانا منظور احمد مینگل کراچی سے تعزیت کے لیے تشریف لائے، آپ نے اپنی آمد سے جہاں حضرت کے متعلقین کو تسلی دی، وہاں حضرت کی زندگی کے کچھ ایسے چھپے گوشوں پہ بات کی کہ خود بھی روتے رہے اور ہمیں بھی رلاتے رہے، بہت محبت ان کے انداز میں دیکھی، حضرت استاجی کے تینوں صاحبزادوں اور آپ کے بھائی قاری عبدالرشید سے معانقہ کیا، بوسہ لیا اور تعزیتی کلمات کہے، کمرے میں بیٹھتے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور سسکیوں میں دعا کی، دعا کے بعد جن خیالات کا اظہار انہوں نے کیا، ان سے استاد شاگرد کے بے مثال تعلقات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، آپ نے مولانا انس سے فرمایا کہ "عبدالمتین آپ ہی کا والد نہیں، میرا بھی والد تھا، وہ ایک باکمال شخص تھا، میں اسی وقت حاضر ہوتا لیکن دبئی میں

تھا، وہاں پہ مجھے اس حادثہ کی اطلاع ملی، استاجی کے جانے سے ہم سب یتیم ہوگئے، (آپ رو پڑے، خاموش رہے) تب میں نے اس غم ناک خاموشی کو توڑا، پوچھا کہ حضرت آپ نے استاجی سے کون سی کتب پڑھی ہیں، فرمایا ،حماسہ، شرح جامی اور مشکواۃ ثانی، آپ کو معلوم ہے کہ وہاں فاروقیہ میں استاجی کو متنِ متین کہا جاتا تھا، کتاب اس طرح پڑھاتے کہ حق ادا کردیتے، وہ ایک جید مدرس تھے، اور حضرت شیخ سلیم اللہ خان کے بہت ہی خاص، میں چار سال کا تھا، جب میرے والد کا انتقال ہوا، ہم خانہ بدوش لوگ تھے، میرا والد ایک چرواہا تھا، مجھے اپنا والد یاد نہیں، چار سال کی عمر میں کیا یاد رہتا ہے، میں نے اپنے والد کے روپ میں ایک ہی آدمی کو دیکھا ہے، اور وہ (استاجی) عبدالمتینؒ ہے، (آپ رو پڑے)، استاجی میرا بہت خیال کرتے تھے، میں بہت ذہین تھا، وفاق کے امتحانات میں پورے ملک میں پہلی پوزیشن حاصل کرتا تھا، استاجی مجھے افلاطون کہتے تھے، جب میں سادسہ میں پہنچا تو چونکہ میں اذان تو پہلے ہی سے دیا کرتا تھا، حضرت شیخ سلیم اللہ خان نے مجھے فاروقیہ میں امام بنادیا، استاجی کو معلوم ہوا تو شیخ سے سخت اختلاف کیا، ان سے کہا بھی کہ آپ اس کو امام بنا کے ضائع کردیں گے، یہ پڑھائی سے نکل جائے گا، لیکن شیخ صاحب اپنے فیصلے پہ قائم رہے، آپ نے مجھ سے بھی اور میرے بھائی مولانا محمد صادقؒ سے بھی کہا کہ امامت اس وقت درست نہیں، ہم سے ناراض بھی رہے، ایسا کون پرائی اولاد کے لیے کرتا ہے، لیکن اس کے بعد آپ کو اور توجہ میرے حصہ میں آگئی، مجھے ایک دن سادسہ والے سال بلایا اور فرمایا کہ اگر تیری اول پوزیشن نہ آئی تو میں تمہیں ذبح کردوں گا، اللہ کے فضل سے پھر پوزیشن آگئی، اتفاق سے ایک دن ایسا ہوا کہ اتفاق سے مجھے سبق نہیں یاد تھا، مجھے کہا کہ کتاب اٹھاؤ اور باہر کھڑے ہوجاؤ، اب مجھے سب دیکھ رہے ہیں، طلباء بھی، اساتذہ بھی اور محلے والے بھی، لیکن حضرت نے میری بہتری کے لئے یہی ضروری سمجھا، میں اپنے بھائی سے نہیں ڈرتا تھا، بھائی نے کسی روز آ کے استاجی کو بتادیا کہ یہ خارجی کتب زیادہ پڑھتا ہے، درسی کتب پہ دھیان نہیں دیتا، استاجی نے مجھے بلایا اور اپنا سر نیچے ہی جھکائے رکھا، جیسا کہ آپ کی عادت تھی، فرمایا کہ اگر اس سال تیری اول پوزیشن نہ آئی تو میں قبر تک تجھے معاف نہیں کروں گا، تیرے لئے بددعائیں کروں گا، میں نے کہا کہ استاجی میں کوشش کر رہا ہوں، فرمایا خاک کوشش کر رہے ہو، مجھے معلوم ہے سب کچھ، اور جب اخبار میں امتحانات کے نتائج آئے، تو میری پہلی ہی پوزیشن تھی، اخبار اٹھا کہ شیخ صاحب کو مبارک باد دینے گئے، پھر مجھے کمرے میں بلایا، آپ نے اپنی نشست سے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا، مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اس دن ہی کے لئے میں تم پہ سختی کرتا تھا، جاؤ، اب تم آزاد ہو، دین کی خدمت میں لگ جاؤ، پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا، پھر آپ نے ہی مجھے تدریس پہ لگایا، میرے بھائی کو بھی آپ نے شیخ سلیم اللہ خان سے زبردستی کر کے تدریس پہ لگایا تھا، حضرت شش و پنج میں تھے، استاجی نے فرمایا تھا کہ اگر آپ کو عبدالمتین

پہ اعتبار ہے تو محمد صادق کو مدرس رکھ لیں۔

آپ کی نظر مال پہ کبھی نہیں تھی، آپ ہم جیسے یتیموں سے محبت کرتے تھے، میرے پھٹے پرانے کپڑے ہوتے تھے، ڈیڑھ روپے کا ایک صابن ملتا تھا اس دور میں، اس کا نام تھا "ایک سوا ایک"، اسی سے پورے مہینہ میں کپڑے بھی دھوتا اور نہاتا بھی اسی سے تھا، والدہ ٹوپیاں بناتی تھیں، بیس تیس روپے میں وہ ٹوپی بکتی اور ہمارا خرچہ چلتا، استاجی کی محنت، ان کی جوتیاں اٹھانے کی برکت کہ میں آج اس مقام پہ ہوں کہ جہازوں کے ٹکٹ بھی واپس کر رہا ہوں، کبھی کھانے کو بھی نہیں ہوتا تھا، میں نے جب پہلے سال قران مجید سنایا تو پورے قران مجید میں کوئی غلطی نہیں آئی، آخر میں سورۃ مطففین میں پھنس گیا، استاجی کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ تمھارے اندر تکبر پیدا ہو گیا تھا، اس لئے فوری علاج بھی ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ جب دو سال قبل میں یہاں آیا تھا تو (ساتھیوں کو یاد ہے، حضرت نے میری طرف اشارہ کیا) استاجی نے مجھے اپنی نشست پہ بٹھا دیا تھا، اس دن میں بھی روتا رہا اور استاجی بھی روتے رہے، وہ ہمارے والد تھے، میں آج تعزیت کے لیے نہیں آیا، اس کا حق دار تو میں ہوں، کوئی مجھ سے تعزیت کرے، میری آپ حضرات (حضرت استاجی کے صاحبزادوں کو خصوصا مخاطب کیا) سے یہی گزارش ہے کہ جواں مردی سے استاد جی کے مشن سے جڑے رہیں، ایک دن میں کوئی آدمی عبدالمتین نہیں بنتا، ایک ہفتہ میں کوئی شیخ سلیم اللہ بھی نہیں بنتا، اس کے لئے مسلسل محنت درکار ہوتی ہے، اپنے علاقے اور ملک کے دیگر اکابر علماء سے اپنا تعلق برقرار رکھیں، شیخ سلیم اللہ خان کو خط لکھا کریں، اپنے خاندان کے بڑوں اور استاد جی کے متعلقین سے قریبی روابط رکھیں، استاد جی مولانا عبدالمتینؒ نے ساری زندگی اللہ کے دین کی خدمت کی، مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا، بس آپ میرے بھائی ہیں، آپ کی والدہ میری بھی والدہ ہیں، میری طرف سے تعزیت بھی کریں، اور دعاؤں کی درخواست بھی، انہیں بتانا کہ آپ کو بیٹا آیا تھا، اس دوران آپ بھی روتے رہے، محفل میں موجود دیگر حضرات بھی روتے رہے، اس کے بعد استاد جی کی قبر پہ گئے، فاتحہ پڑھی۔ قبرستان سے نکلتے وقت مجھ سے فرمایا کہ آپ نے "سوانح وافکار علمائے چھچھ" میں استاد جی کا ذکر بہت مختصر کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت استاد جی اول تو اس کام کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے تھے، بڑی مشکل سے میں نے انٹرویو کے لئے ان کو راضی کیا تھا، کتنی بار تو ڈانٹ دیا تھا انہوں نے مجھے، پھر یہ کہ اس کتاب میں ہر آدمی کی اپنی کہی ہوئی باتیں اور تحریریں تھیں، میں اضافہ بھی نہیں کر سکتا تھا، اب حضرت کی وفات کے بعد روزنامہ اسلام سمیت دیگر جگہوں پہ تین کالموں میں تفصیل سے ان کے حالات بیان کئے ہیں، ایک کالم تو پانچ اقساط میں تھا، آپ نے فرمایا کہ خیر اب استاد جی تو چلے گئے، آپ مزید کام کریں اور کوئی مفصل کام ان کی زندگی کے حوالے سے کریں، میں نے وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ یہ کام ضرور ہوگا، آخر میں حضرت مدرسہ جامعہ جابر بن عبداللہؓ گئے۔ اس موقع پر مولانا منظور احمد مینگل نے طلباء سے کچھ دیر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور طلباء کو محنت کی تلقین کی، استاجی کے مشن سے جڑے رہنے کا درس دیا اور پھر اجازت لی اور واپس روانہ ہو گئے۔